

میثاق مدینہ

ہجرت مدینہ کے بعد رسول اللہ ﷺ کا دوسرا اہم انقلابی اقدام میثاق مدینہ تھا۔ ہجرت کے بعد مسلمانوں کو جو بیرونی اور اندرونی خطرہ درپیش تھا اس کے لیے مناسب سدباب کی ضرورت تھی۔ اس اور خزانہ آپس میں لڑتے رہتے تھے اور اب یہودی قبائل سے بھی خطرہ درپیش تھا، ایسے میں مناسب انتظام کرنا بہت ضروری تھا۔ لہذا وقتی خطرے کو مد نظر رکھتے ہوئے حضور اکرم ﷺ نے ایک معاہدہ طے فرمایا جسے تاریخ میں میثاق مدینہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

میثاق مدینہ کی شرائط

شرائط کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

قیام امن کا معاہدہ: مدینہ میں آنے کے بعد اب سب سے پہلا کام قیام امن کا تھا کیونکہ پُر امن ماحول میں ہی مذہبی، سیاسی اور معاشرتی سرگرمیاں بہتر طور پر سرانجام دی جاسکتی ہیں۔ اس لیے آپ ﷺ نے رواداری اور کشادہ دلی کے ایسے قوانین مرتب فرمائے جس کی مثال نہیں ملتی۔ معاہدہ میں شرائط درج ذیل ہیں:

- 1۔ یہود اور مسلمان آپس میں دوست رہیں گے۔
- 2۔ لڑائی کی صورت میں ایک فریق دوسرے کی مدد کرے گا۔
- 3۔ قریش کو امان نہیں دی جائے گی۔
- 4۔ ہر فریق کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔
- 5۔ خون بہا اور فدیہ کا روایتی طریقہ برقرار رہے گا۔
- 6۔ مدینہ پر حملے کی صورت میں دونوں فریق مل کر مدافعت کریں گے۔
- 7۔ مدینہ کے اندر کشت و خون جرم ہوگا۔
- 8۔ مظلوم کی امداد سب پر فرض ہوگی۔
- 9۔ باہمی جھگڑوں کی صورت میں حضور اکرم ﷺ کو ثالث تسلیم کیا جائے اور حضور ﷺ کا فیصلہ ہر فریق کو تسلیم کرنا پڑے گا۔
- 10۔ اس معاہدے کے شرکاء کے باہمی تعلقات، خیر خواہی اور نیک نیتی کی بنیاد پر ہوں گے گناہ کی بنیاد پر نہیں۔
- 11۔ یہ معاہدہ کسی ظالم یا مجرم کے لیے آڑ نہ بنے گا۔

میثاق مدینہ کے نتائج

اس معاہدے سے حضور اکرم ﷺ کی معاملہ فہمی اور بصیرت کا پتہ چلتا ہے۔ آپ ﷺ نے آنے والے خطرات کو بھانپ لیا تھا اور بروقت اُس کا سد باب کر دیا اس معاہدہ کے مابعد اثرات سے آپ کی عظیم حکمت انقلاب کا پتہ چلتا ہے۔

مدینہ کی مضبوط دفاعی حیثیت: اس معاہدے میں طے ہوا کہ مدینہ کا دفاع اور اس پر ہونے والے اخراجات کے دونوں فریقین مشترکہ طور پر ذمہ دار ہوں گے۔ دفاع کا معاملہ بہت اہم ہوتا ہے اور حضور اکرم ﷺ نے مشترکہ طور پر معاملہ حل فرما دیا جس سے مدینہ کا دفاع مضبوط ہو گیا۔

مدینہ کے اندر لڑائی حرام: مدینہ میں اس کی شدید ضرورت تھی اس لیے نبی اکرم ﷺ نے فہم و فراست کا مظاہرہ فرماتے ہوئے مدینہ کے اندر لڑائی جھگڑا، کشت خون اور درخت وغیرہ کاٹنے پر پابندی لگا دی اور مدینہ کو حرم قرار دے دیا جس سے مسلمانوں کو اپنی سرگرمیوں میں آزادی حاصل ہو گئی۔

اسلامی ریاست کا قیام: میثاق مدینہ کے وقوع پذیر ہونے سے مدینہ میں عملاً ایک اسلامی ریاست قائم ہو گئی جس کے سربراہ حضور اکرم ﷺ، جس کا مرکز مسجد نبوی اور غالب حکمرانی مسلمانوں کی تھی اور نظم و نسق چلانے کے لیے دستور بھی مہیا ہو چکا تھا۔

عدل و انصاف کی فراہمی: عدل و انصاف کی فراہمی کسی بھی معاشرے کی بنیادی ضرورت ہے۔ اگر معاشرہ بے راہ روی کا شکار ہو جائے اور نا انصافی و ظلم و ستم کا دور دورہ ہو تو اس معاشرے کی صلاحیتیں دم توڑ جاتی ہیں، مقتدر طبقے حکومتوں پر دست درازی سے دریغ نہیں کرتے اور معاشرہ زوال کا شکار ہو جاتا ہے۔ مدینہ میں حضور اکرم ﷺ نے عملاً انصاف کا قیام فرما دیا تھا۔ شرائط میں واضح لکھ دیا تھا کہ یہ معاہدہ کسی بھی ظالم کے لیے کسی بھی طرح آڑ نہیں بنے گا اور کوئی ظالم اس معاہدہ سے فائدہ نہیں اٹھا سکے گا۔

پہلا تحریری آئین: ڈاکٹر حمید اللہ میثاق مدینہ کو دنیا کا سب سے پہلا تحریری آئین قرار دیتے ہیں۔ اس آئین میں مسلمانوں اور یہودیوں کے لیے برابر کے حقوق متعین کر دیے گئے تھے۔

آس پاس کے قبائل سے معاہدات: اس معاہدے کو صرف مدینہ تک ہی محدود نہیں رکھا گیا تھا بلکہ آس پاس کے قبائل کو بھی مصالحت اور معاونت کے رشتہ میں منسلک کر دیا تھا۔ ان قبائل سے دوستی کے معاہدات طے کر دیے تھے۔ اس معاہدے کی وجہ سے قریش کا مدینہ اور اس کے قرب و جوار میں رسوخ کم ہو گیا تھا۔

سیاسی صف بندی: اس معاہدے کی رو سے مہاجرین، انصار اور یہود کے درمیان باہمی حقوق و فرائض کا تعین ہو گیا تھا۔ مہاجرین کے لیے بہترین انتظام غیر مسلم قبائل سے سمجھوتہ اور شہر کی تنظیم کا انتظام ہو چکا تھا۔

مذہبی آزادی: بیباق مدینہ کی رو سے ہر فریق کو مذہبی آزادی حاصل تھی اور ہر کوئی آزادانہ طور پر اپنی عبادت کر سکتا تھا۔ مذہبی آزادی سے مسلمانوں کو بہت زیادہ فائدہ حاصل ہوا، مسلمان جو مکہ میں اپنی عبادت آزادانہ طور پر ادا کرنے سے قاصر تھے، اب بغیر کسی ڈر اور خوف کے سرانجام دے سکتے تھے۔

قریش کی سازشوں کا سدباب: اس معاہدے کی رو سے کسی بھی فریق کو قریش کا حلیف بننے کی اجازت نہیں تھی نیز مدینہ پر حملہ کی صورت میں مل کر دفاع کی ذمہ داری تھی۔ جس سے وقتی طور پر قریش کے حملے کا سدباب ہو گیا جس سے مسلمانوں کو سکون اور ذہنی اطمینان حاصل ہو گیا۔



صلح حدیبیہ

صلح حدیبیہ بھی آپ کی حکمتِ انقلاب کا شاہکار ہے۔ وقتی طور پر اگرچہ ایسے لگتا تھا کہ مسلمانوں نے دہ کی صلح کی ہے لیکن بعد میں پیش آنے والے حالات نے ثابت کیا کہ صلح حدیبیہ نہ صرف مکہ مکرمہ کی فتح کا پیش خیمہ ثابت ہوئی بلکہ پھر سے عرب و عجم پر اسلام کے دروازے کھل گئے۔ اس کے اسباب و اوقات اور فوائد و ثمرات حسب ذیل ہیں۔

اسباب

بیت اللہ کی زیارت کی خواہش: حضور ﷺ کو وطن مبارک، یعنی مکہ چھوڑے ہوئے تقریباً چھ سال ہو گئے تھے۔ خانہ کعبہ کی زیارت اور اپنے وطن کو دیکھنے کا شوق مسلمانوں کے دل میں شدت سے موجود تھا اس لیے صحابہ کرامؓ نے بڑی لگن سے مکہ جانے کی تیاری کی۔

رسول اللہ ﷺ کا خواب: 6ھ ذیقعد کے مہینے میں آپ کو خواب کے ذریعے بیت اللہ کی زیارت کی بشارت دی گئی کہ آپ ﷺ صحابہ کرامؓ کی کثیر تعداد کے ساتھ بیت اللہ کی زیارت کریں گے۔ آپ نے اس مقصد کے لیے 1400 صحابہ کرامؓ کو ساتھ لیا اور ستر قربانی کے اونٹ لے کر عمرہ کی غرض سے حدیبیہ کے مقام پر پہنچے۔ وہاں جب پڑاؤ کیا تو معلوم ہوا کہ قریش مکہ مزاحمت کی تیاریاں کر رہے ہیں۔

واقعات

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سفارت: نبی کریم ﷺ نے حدیبیہ پہنچ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اہل مکہ کی طرف روانہ کیا

کہ ہم صرف عمرہ کے ارادے سے آئے ہیں اور لڑائی کا کوئی ارادہ نہیں۔ کفار نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کچھ عرصہ کے لیے روک لیا۔ جس سے مسلمانوں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ اس سے پہلے خراش بن امیہ کو مکہ میں صلح کی گفت و شنید کرنے بھیجا گیا تھا لیکن کفار نے ان کے سواری کے اونٹ کو مار ڈالا اور وہ مشکل سے جان بچا کر آئے تھے۔ اس لیے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کی افواہ پھیلی تو مسلمانوں میں شدید غم و غصے کی لہر دوڑ گئی۔

بیعت رضوان: آپ ﷺ کو بھی ان حالات میں کفار کے رویے سے سخت ناگواری ہوئی اور آپ ﷺ نے بول کے درخت کے نیچے صحابہ کرامؓ سے قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے بیعت لی جو کہ بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہوئی۔

صلح حدیبیہ: جب کفار کو اس بیعت کی خبر ہوئی تو انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو رہا کر دیا اور سہیل بن عمرو کو صلح کے لیے بھیجا۔ چنانچہ طویل گفت و شنید کے بعد صلح کے معاملات طے پائے اور ایک معاہدہ تیار کیا گیا جسے صلح نامہ حدیبیہ کہتے ہیں۔ اس معاہدے کی عبارت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لکھی۔

صلح نامہ حدیبیہ کی شرائط

صلح حدیبیہ کی اہم شرائط مندرجہ ذیل ہیں:

- 1- اس سال مسلمان بغیر عمرہ کیے واپس چلے جائیں۔
- 2- اگلے برس صرف تین دن کے لیے مکہ میں آئیں مگر ایسی حالت میں کہ ان کے پاس کوئی ہتھیار نہ ہو اور جو سفری ہتھیار ساتھ لائیں وہ بھی نیام میں ہوں۔
- 3- دونوں فریق دس سال تک آپس میں جنگ و جدل سے احتراز برتیں گے اور امن و امان سے رہیں گے۔
- 4- اگر کوئی شخص مکہ سے بھاگ کر آپ ﷺ کے پاس مدینہ چلا جائے گا تو مسلمان اُسے واپس کر دیں گے چاہے وہ مسلمان ہو کر جائے لیکن جو شخص مدینہ سے مکہ آئے گا کفار اُسے واپس نہیں کریں گے۔
- 5- اس صلح کی مدت دس سال ہوگی۔
- 6- قبائل عرب کو یہ آزادی حاصل ہوگی کہ وہ فریقین یعنی اہل مکہ یا رسول اکرم ﷺ میں سے جس کے ساتھ جائیں معاہدہ کر لیں۔

صلح حدیبیہ کی اہمیت و نتائج

مندرجہ بالا شرائط بظاہر مسلمانوں کی کمزور حیثیت کو ظاہر کرتی تھیں اور صحابہ کرامؓ ان شرائط سے وقتی طور پر کافی حد تک دل برداشتہ ہو گئے کیونکہ وہ ان شرائط کو اپنی توہین خیال کر رہے تھے۔ حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ

”جب ہم حق پر ہیں تو دُوب کر صلح کیوں کریں۔“

لیکن اس صلح کے بعد کے اثرات و نتائج نے اس صلح کے متعلق نبی کریم ﷺ کی اعلیٰ سیاسی بصیرت کو سب پر واضح کر دیا۔ صلح حدیبیہ سے واپسی پر راستے میں سورہ فتح نازل ہوئی جس میں اس صلح کو فتح مبین قرار دیا گیا۔ اس طرح بعد میں مسلمانوں پر واضح ہوتا گیا کہ جو شرائط بظاہر مسلمانوں کے لیے دبی ہوئی تھیں کیوں قبول کر لی گئیں۔ صلح حدیبیہ حق کی باطل پر فتح بت ہوئی۔

اس صلح سے مندرجہ ذیل اثرات سامنے آئے۔

فتوحات کا دروازہ: جس صلح کو مسلمان اپنی شکست سمجھ رہے تھے اس کے فوراً بعد سورہ فتح نازل ہوئی۔ اس صلح کے ن ماہ بعد ہی یہودیوں کی تمام بڑی بستیاں، خیبر اور فدک وغیرہ فتح ہو گئیں اور مسلمانوں کو دوسری جنگی تیاریوں کا موقع بھی مل گیا۔

مسلمان ایک الگ طاقت: اس صلح نامے میں مسلمانوں کو پورے عرب میں ایک طاقت کے طور پر تسلیم کر لیا گیا۔ صلح کے لیے کفار کا خود مسلمانوں کی طرف ہاتھ بڑھانا، حقیقت میں مسلمانوں کے لیے بہت بڑی فتح تھی۔

پر امن ماحول اور معاشی استحکام: اس صلح کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اس سے مسلمانوں اور کفار کے درمیان لڑائی اور لٹ کا خطرہ ختم ہو گیا تھا اور مسلمان امن و سکون سے اپنے دینی امور اور تجارت کی طرف توجہ دینے لگے، جس سے ان کی معاشی حالت بھی ترقی کی طرف گامزن ہوئی۔

اسلام کی اشاعت و تبلیغ: رسول اللہ ﷺ تمام دنیا کے لیے نبی بنا کر بھیجے گئے تھے مگر ابھی تک کفار کی شرانگیزیوں وادجہ سے انہیں عرب کے علاوہ دوسرے ملکوں بلج کا موقع نہ مل سکا۔ اب صلح کی حالت میں آپ ﷺ کے لیے آسان لیا تھا کہ وہ آرام سے دین کی تبلیغ کر سکیں چنانچہ آپ ﷺ نے دوسرے ملکوں کے بادشاہوں کے نام خط لکھے اور انہیں اسلام اور موت دی۔

قبائل سے حلیفانہ تعلقات: صلح حدیبیہ کے معاہدے میں یہ طے ہوا تھا کہ قرب و جوار کے قبائل فریقین میں سے ل کے ساتھ چاہیں معاہدہ کر لیں اور اس کے حلیف بن جائیں تو بنو خزاعہ نے مسلمانوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات استوار کر لیے۔ بنو بکر قریش کے ساتھی بن گئے۔ لیکن تھوڑے ہی عرصے کے بعد بنو بکر نے بنو خزاعہ پر شب خون مارا۔ یوں معاہدے کی خلاف لئی ہوئی اور قریش مکہ نے معاہدہ توڑ دیا جو کہ فتح مکہ کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔

قبائل عرب کی مخالفت کا خاتمہ: قریش مکہ کی مخالفت ختم ہونے کے بعد دوسرے قبائل کی مخالفت بھی ختم ہو گئی۔

فریظہ وغیرہ نے بھی اس معاہدے کے بعد مسلمانوں سے معاہدہ کر لیا۔

جنگی صلاحیت میں اضافہ: اس صلح کے بعد مسلمانوں کو یہ موقع مل گیا کہ وہ اپنی جنگی صلاحیتوں کو بہتر کر سکیں چنانچہ ہل نے اس موقع سے خوب فائدہ اٹھایا اور ان کی افرادی قوت بڑھ گئی۔ آلات حرب کے اعتبار سے بھی بہت ترقی کی حتیٰ کہ

جب مسلمان فتح مکہ کے لیے گئے تو ان کی تعداد ڈیڑھ ہزار سے بڑھ کر دس ہزار ہو گئی۔

مسلمانوں کی امن پسندی کا ثبوت: اس صلح نامہ کے بعد کفار مکہ کو مسلمانوں کے ذاتی کردار اور اخلاق کے مطالعہ کا موقع ملا جس سے متاثر ہو کر وہ خود بخود مسلمان ہونا شروع ہو گئے۔ یہ معاہدہ مسلمانوں کی امن پسند فطرت کا ثبوت تھا جس نے دوسرے قبائل کو مسلمانوں کے قریب آنے اور دوستانہ تعلقات پیدا کرنے کا موقع فراہم کیا۔



خطبہ حجۃ الوداع

(حکمت انقلاب کا نقطہ عروج)

خطبہ حجۃ الوداع اسلامی تعلیمات کا نقطہ عروج ہے۔ یہ پورے اسلام کا پھوڑا اور تعلیمات اسلامی کا خلاصہ ہے، اس خطبہ میں نبی اکرم ﷺ نے دینی، سیاسی، معاشی، معاشرتی، اجتماعی اور انفرادی غرضیکہ ہر طرح کے مسائل پر توجہ دی، غلاموں اور عورتوں کے حقوق بھی متعین فرمائے اور سود اور جاہلیت کے جھگڑے بھی ختم فرمائے۔ اطاعت امیر کا بھی حکم دیا اور اللہ کی رسی کو بھی مضبوطی سے تھامنے کا کہا۔ ملی تفاخر کا خاتمہ کر کے مساوات انسانی کا درس دیا۔

حقوق و فرائض کا تعین: اس خطبہ میں نبی اکرم ﷺ نے حقوق و فرائض کو پوری طرح واضح کر دیا، ایک دوسرے کی جان، مال اور عزت کو دوسرے کے لیے مکمل طور پر حرام قرار دے دیا۔ یہ ایک بہت بڑا قدم ہے جو خطبہ حجۃ الوداع کے عظیم موقع پر اٹھایا گیا۔

کتاب اللہ اور سنت رسول کی پیروی کا حکم: خطبہ حجۃ الوداع میں حضور اکرم ﷺ نے قیامت تک گمراہی سے بچنے کا نسخہ کیسیا بتا دیا۔ فرمایا:

”میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اگر تم ان کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو

کبھی گمراہ نہ ہو گے وہ چیزیں اللہ کی کتاب اور سنت رسول ﷺ ہیں۔“

حقوق زوجین: خطبہ میں نبی اکرم ﷺ نے شوہر اور بیوی کے علیحدہ علیحدہ حقوق و فرائض متعین کر دیئے تاکہ معاشرے کا یہ ادارہ بخوبی اپنا کام سرانجام دیتا رہے اور ایک دوسرے کو ان کی پاسداری کا حکم دیا ہے۔

اخوت و مساوات: نبی اکرم ﷺ نے تمام قسم کے نسل تفاخر اور امتیازات کو اپنے پاؤں تلے کچل دیا اور گورے کی

کالے پر یا کالے کی گورے پر اور عربی کی عجمی پر یا عجمی کی عربی پر فضیلت کا معیار صرف تقویٰ قرار دیا یعنی رنگ و نسل اور علاقے کے سارے امتیازات ختم فرمادیے۔

رسوم جاہلیت کا خاتمہ: خطبہ حجۃ الوداع میں حضور اکرم ﷺ نے عرب معاشرے میں رواج غلط رسومات کا خاتمہ فرما دیا اور اسی طرح غلط قسم کے قوانین کی بھی حوصلہ شکنی فرمادی۔

سود کا خاتمہ: سود معاشرے کے لیے زہر قاتل کی حیثیت رکھتا ہے اور اسے اللہ اور اس کے رسول کے خلاف کھلی جگہ قرار دیا گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے سود کو مکمل طور پر حرام اور باطل قرار دے دیا بلکہ سب سے پہلے اپنے گھر سے، یعنی اپنے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب کا سود معاف فرمایا۔

امن کا پیغام: نبی اکرم ﷺ نے امن کا درس دیا اور معاشرے کی مجموعی ترقی کی تعلیم فرمائی، خون کو معاف کرنا، سود چھوڑ دینا، غلاموں سے حسن سلوک، بیوی و شوہر کے حقوق، اطاعت امیر، حرام مہینوں کا احترام یہ ساری چیزیں امن کا پیغام دیتی ہیں۔

عبادات: خطبہ حجۃ الوداع جہاں معاشرتی، معاشی اور سیاسی اہمیت کا حامل ہے وہیں عبادات کی بھی خصوصی تلقین فرمائی گئی ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور تقویٰ کی اہمیت پر زور دیا گیا۔

کمزور طبقے کی نمائندگی: عموماً کسی بھی بڑے انسانی چارٹر میں چھوٹے اور کمزور طبقے کی پرواہ نہیں کی جاتی لیکن خطبہ حجۃ الوداع میں غلاموں، یتیموں اور یتیموں کے حقوق پر توجہ دی گئی۔

عدل کا حکم: خطبہ میں نبی اکرم ﷺ نے نا انصافی اور ظلم و زیادتی سے منع فرمایا۔ وراثت کے بارے میں حق دار کو حق دینے کی تلقین فرمائی۔

تبلیغ و دعوت: نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کے سوالا کہ کے مجھے کو یہ ساری تعلیمات ان لوگوں تک پہنچانے کا حکم دیا وہ جو موجود نہیں تھے۔

خطبہ حجۃ الوداع کی عصری اہمیت: آج کے دور میں جن امور پر دنیا باہم دست و گریبان ہے خاتم النہیین حضرت محمد ﷺ نے ساڑھے چودہ سو سال قبل ان کی تاکید و توضیح فرمادی۔ امر حیرت ہے کہ سود جو حرام قرار دیا گیا۔ آج ساری دنیا اس کے چنگل میں پھنس چکی ہے اور اس نظام سے مجبوروں کی رگ جان تک کا لبو نچوڑا جا رہا ہے۔ کمزور طبقہ جات کو اللہ کے حقوق نہیں دے جا رہے، عورتوں کی آزادی و خود مختاری کی ہمیں عروج پر ہیں۔ جہاں حقوق کا حکم دیا گیا وہیں فرائض کا بھی تعین کیا گیا لیکن آج فرائض کو پس پشت ڈال کر حقوق کی نام نہاد جنگیں لڑی جا رہی ہیں، حقوق انسانی کا وہ چارٹر جو مغرب نے دیا جو صرف گورے کے لیے ہے اور دوسرے ممالک میں ظلم و بربریت کی داستانیں رقم کر رہے ہیں۔ اس کی خلاف ورزی کا رو بار دیا جاتا ہے جبکہ حقوق العباد کے اس اولین چارٹر کو پس پشت ہی رکھا جا رہا ہے۔

مواخات مدینہ

نبی کریم ﷺ کی حکمت انقلاب کا تیسرا اہم قدم مواخات مدینہ ہے۔

ہجرت کے بعد مسلمان زبوں حالی میں مدینہ پہنچے۔ مہاجرین اپنا مال و متاع اور جائیداد وغیرہ سب کچھ مکہ چھوڑ کر خالی ہاتھ مدینہ پہنچے۔ گوکہ مہاجرین نے ہجرت خالصتاً اللہ کے لیے ہی کی اور دنیاوی مال و متاع مقصود نہ تھا لیکن پھر بھی حضور اکرم ﷺ سے ان کی یہ حالت نہ دیکھی گئی۔

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے مشورے سے حضرت انس بن مالک کے گھر میں مہاجرین اور انصار کو جمع فرمایا اور انصار سے فرمایا: ”یہ تمہارے بھائی ہیں۔“ اس طرح مہاجرین و انصار میں اخوت کا رشتہ قائم ہو گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے ایک ایک صحابی کو دوسرے کا بھائی بنا دیا۔ یہ اخوت، حقیقی اخوت سے بھی بڑھ کر ثابت ہوئی۔ انصار نے ایثار و قربانی کی ایسی عظیم مثال قائم کی تاریخ انسانی جس کی مثال دینے سے قاصر ہے۔

انصار نے مہاجرین کو اپنے مال و دولت اور زمین و جائیداد میں برابر کا حصہ دار بنالیا اور جب تک آیت میراث نازل نہ ہوئی تب تک فوت ہونے والے انصار کی وراثت مہاجرین کو ملتی تھی۔ انصار کی اس قربانی و ایثار سے ایک مضبوط معاشرہ وجود میں آ گیا جسے توڑنا ممکن نہ تھا۔ اس قلیل تعداد نے اپنے اتحاد کی بدولت بڑی بڑی جماعتوں کو زیر کیا اور جانبازی کے عمدہ نمونے پیش کیے۔ مواخات کا یہ سلسلہ عمارت اسلام میں بنیادی پتھر کی اہمیت کا حامل ہے۔

مواخات کے فوائد و ثمرات / نتائج و اثرات

حضور اکرم ﷺ کی فراست کا عملی نمونہ: نبی اکرم ﷺ عظیم فہم و فراست کی مالک شخصیت ہیں۔ چونکہ مکہ سے مہاجرین بے سروسامانی میں نکلے اور انہیں اپنے اقربا اور مال و متاع چھوڑنے کا افسوس بھی تھا اور اللہ کے حکم سے ہجرت فرمائی اس لیے ان لوگوں کی تالیف قلب کرنا اور معاشی و معاشرتی طور پر سازگار اور پرامن ماحول فراہم کرنا بے حد ضروری تھا۔ مہاجرین و انصار میں اجنبیت ختم کرنے کا یہ فیصلہ نبی اکرم ﷺ کی بصیرت و فراست کا عمدہ نمونہ ہے۔

ایثار و قربانی کا بے نظیر نمونہ: ایثار و قربانی کی اس سے عمدہ مثال ملنا ممکن نہیں ہے کہ انصار نے آدھی آدھی جائیداد مال و متاع مہاجرین کے لیے پیش کر دیا۔ حتیٰ کہ حضرت سعد بن ربیع نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ سے کہا: ”میری دو بیویاں آپ جس کو چاہیں میں اسے طلاق دے دیتا ہوں، آپ اس سے نکاح کر لیں۔“ اخوت و محبت یہ مثالیں قیامت کے لیے

مسلمانوں کے لیے مشعل راہ ہیں۔

قبائلی تفاخر کا خاتمہ: قریش کو اپنے قبیلے اور حسب نسب پر بڑا غرور تھا اور اس و خزع کا شکار تھے۔ مواخات سے قبائلی تفاخر کو پاش پاش کر دیا اور مہاجرین و انصار کو ایک رسی سے باندھ دیا۔

مسلمانوں کی سیاسی قوت میں اضافہ: جب مسلمان متحد ہو گئے تو مسلمانوں کی سیاسی قوت میں بے پناہ اضافہ ہو گیا۔ مسلمان ایک قوت بن گئے۔ مدینہ کے دوسرے قبائل پر سیاسی برتری حاصل ہو گئی۔ یہودی قبائل پر رعب و دبدبہ بیٹھ گیا اور انہوں نے چال چلنے سے گریز کر لیا۔

معاشی استحکام: مواخات سے مسلمانوں کو معاشی استحکام نصیب ہوا اگرچہ انصار نے مسلمانوں کو اپنا آدھا مال پیش کر دیا۔ لیکن مہاجرین نے خودداری کا ثبوت دیا اور بازار کا راستہ لیا۔ مہاجرین کی آمد اور کاروبار سے معیشت کا پہیہ تیزی سے چلا اور جلد ہی معاشی سرگرمیوں سے مسلمان معاشی طور پر مستحکم ہو گئے۔

یہودی سازشوں کا سد باب: یہود ہمیشہ سے ہی سازشی ذہن کے مالک ہیں۔ انہوں نے ہجرت مدینہ سے پہلے اوس اور خزرج کو ہمیشہ ایک دوسرے سے برسر پیکار رکھا۔ نبی کریم ﷺ نے مواخات کا نظام دیا تاکہ مسلمان الگ الگ ہو کر کسی سازش کا شکار نہ ہوں، لہذا آپ نے اپنی بصیرت سے مدینہ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہودیوں کی سازشوں کا سد باب کر دیا۔

مواخات اور عصر حاضر: مواخات ایثار و قربانی اور حمیت و غیرت ایمانی کا عمدہ نمونہ ہے۔ مواخات مدینہ سے ہمیں کئی درس ملتے ہیں یہ صرف تاریخ کا ایک واقعہ نہیں ہے کہ چند لوگ جمع ہوئے اور ایک دوسرے کو بھائی کہہ دیا بلکہ جان و مال کی قربانی اور ذہن و قلب کی اخوت کی وہ تصویر ہے جس کی عصر حاضر میں اشد ضرورت ہے۔ اپنے مصیبت زدہ مسلمان کی دلجوئی کرنا، اس کی مدد کرنا، اس کے ساتھ کھڑا ہونا، نسلی تفاخر کو بالائے طاق رکھنا، اطاعت نبوی ﷺ کرنا، کسی کی عزت نفس مجروح نہ کرنا ہمیں مواخات جیسے عظیم رشتے سے سیکھنے کو ملتا ہے۔

آج کی قوم پرستی کی دبا میں ہمیں اخوت کا وہی درس یاد کرنے کی ضرورت ہے کہ
 اخوت اس کو کہتے ہیں چھہ جو کاٹنا کاہل میں
 تو ہندوستان کا ہر پیر و جواں بے تاب ہو جائے



تزکیہ نفس، تعمیر سیرت و شخصیت کا نبوی منہاج

تزکیہ کا لغوی مفہوم

عربی زبان میں تزکیہ کا لفظ دو باتوں پر مشتمل ہے:

1- کسی چیز کو نشوونما دینا، پروان چڑھانا: Growth and Development

2- کسی چیز کو آلودگی سے پاک کرنا، اصلاح کرنا، سنوارنا: Purification

اصطلاحی مفہوم

شرعی اصطلاح میں وحی الہی (کتاب و سنت) کی روشنی میں نفس کو غلط رجحانات و میلانات سے موڑ کر صراطِ مستقیم پر ڈال کر نفس کو درجہ کمال تک پہنچنے کے لائق بنادینا۔ گویا تزکیہ نفس سے مراد نفس کو مارنا نہیں بلکہ سدھارنا ہے۔

منہاج کا لغوی مفہوم

منہج اور منہاج دونوں عربی زبان کے الفاظ ہیں۔ جن کا مطلب ہے:

1- وہ واضح طریقہ جو مطلوب اور مقصود کو واضح کرے

2- واضح راستہ جو منزل مقصود تک لے جائے

نبوی منہاج سے مراد نبی کریم ﷺ کا وہ اسلوب و انداز اور (Method) جو آپ نے انسانوں کی سیرت اور شخصیت کی تعمیر کرتے ہوئے اختیار فرمایا۔

منہج نبوی کی جامعیت

انسان چونکہ جسم و روح سے مرکب ہے اس لیے دنیا کے اندر انسانوں کی تربیت کے مختلف طریق کار رہے ہیں۔ ایک وہ گروہ ہے جس نے انسانوں کی جسمانی و مادی ضروریات مثلاً کھانے، پینے، رہائش، اور خواہشات کا خیال رکھا تو روح کے تقاضوں کو نظر انداز کر دیا۔ دوسرا گروہ وہ ہے جنہوں نے صرف روح کے تقاضوں کا خیال کرتے ہوئے خود کو اتنا کھپا دیا کہ جسم کو یکسر بھلا دیا۔ جب کہ نبی کریم ﷺ کا انسانوں کے تزکیہ نفس اور تعمیر سیرت کے لیے اختیار کیا گیا طریق تربیت تمام انسانی پہلوؤں کا جامع ہے۔

مولانا امین احسن اصلاحی کے الفاظ ہیں: ”تزکیہ بیک وقت علمی بھی ہے اور عملی بھی، ظاہری بھی ہے باطنی بھی، مادی بھی ہے اور جسمانی بھی، عقلی بھی ہے اور روحانی بھی نیز یہ انفرادی بھی ہے اور سماجی و اجتماعی بھی۔ (تذکرہ قرآن، جلد اول)

تزکیہ و تعمیر سیرت کے نبوی منہج کے قرآنی ذرائع

قرآن مجید میں چار مختلف مقامات پر سورۃ البقرہ 121، 151، آل عمران 164 اور الجمعہ 2، میں نبی کریم کی چار ذمہ داریوں کا ذکر ہوا ہے۔ ارشاد باری ہے:

رَسُولًا مِّنْكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ
وَالْحِكْمَةَ (سورۃ البقرہ: 151)

ترجمہ: ”خود تمہی میں سے ایک ایسا پیغمبر (بھیجا) جو ہماری آیات تمہیں سناتا ہے، تمہارا تزکیہ کرتا ہے اور تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔“

اس آیت کریمہ سے نبی کریم ﷺ کی چار ذمہ داریاں سامنے آتی ہیں:

1۔ تلاوت آیات

2۔ تعلیم کتاب

3۔ تعلیم حکمت

4۔ انسانوں کا تزکیہ

مندرجہ بالا چار باتوں پر غور کریں، پہلے تین اوصاف، یعنی تلاوت آیات، تعلیم کتاب اور تعلیم حکمت کی حیثیت ذرائع (Means) کی ہے اور آخری کی حیثیت مقصد (Achievement) کی ہے۔ جدول ملاحظہ فرمائیں:

عمل	مقصد و نتیجہ
تلاوت آیات	تزکیہ نفس
تعلیم کتاب	تزکیہ نفس
تعلیم حکمت	تزکیہ نفس

الفرض آدمی نہ مسلمان ہو سکتا ہے اور ہو جائے تو اللہ کے اوامر و نواہی پر عمل کر سکتا ہے نہ معصیت سے بچ سکتا ہے اور نہ ہی احسان کے درجے پر فائز ہو کر تقرب الی اللہ کی منزل کو پہنچ سکتا ہے جب تک کہ اُس کے نفس کا تزکیہ نہ ہو جائے۔

تعمیر سیرت کا عملی نمونہ ”اسوۂ حسنہ“

”اسوۂ حسنہ“ دنیا کے مختلف فلاسفرز اور مصلحین نے انسانوں کی اصلاح پر بڑی خوبصورت بایں کی ہیں لیکن عملاً اپنا

نمونہ لوگوں کے سامنے پیش کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے تزکیہ و تعمیر سیرت پر راہ نمائی سے قبل خود اپنا کردار پیش کیا جس کی شہادت قرآن کریم نے ان الفاظ میں دی:

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝ ”بیشک آپ اخلاق کے بلند ترین مرتبہ پر فائز ہیں۔“

اسی بات کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یوں بیان فرمایا:

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنُ ”آپ قرآن کریم کی عملی تصویر ہیں۔“

تزکیہ و تعمیر سیرت کی دو بنیادیں

تقویٰ اور تزکیہ کی تعریف میں دو چیزیں پائی جاتی ہیں۔ التحلی بالفضائل والتخلی عن الرذائل اپنے آپ کو اخلاق حسنہ سے آراستہ کرنا اور رذائل سے پاک صاف کرنا۔

☆ تخلیہ: گناہ اور بری چیزوں سے نفس کو خالی کرنا۔

☆ تحلیہ: نیکی، تقویٰ اور خیر سے خود کو آراستہ اور خوبصورت بنانا۔

نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کے قلوب کو فضائل سے آراستہ کیا اور نفوس کو رذائل سے پاک کیا۔ آپ ﷺ لوگوں کو شرک سے نکال کر توحید پر لائے، ریاکاری سے اخلاص کی طرف، جھوٹ سے سچ کی طرف، خیانت سے امانت داری، تکبر سے تواضع کی طرف، نفرت اور قطع رحمی سے محبت اور صلہ رحمی کی طرف لے کر آئے۔

اصلاح عقائد

تعمیر سیرت و شخصیت کے سلسلہ میں نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو فرداً اور اجتماعی طور پر بھی ابتدا میں جو دعوت دی وہ دوسری باتوں سے پہلے عقائد کی درستی کی تھی۔ کتب سیرت میں مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو دعوت دیتے ہوئے فرمایا:

”اے ابو بکر رضی اللہ عنہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول اور نبی ہوں۔ میں تجھے دعوت دیتا ہوں کہ تو

صرف اللہ کی عبادت کر اور اس کے سوا کسی کی بندگی مت کر۔“ (سیرت حلبیہ، ص 444)

کلمہ طیبہ کی تعلیم و تفہیم، تزکیہ نفس اور تعمیر سیرت کا نقطہ آغاز ہی عقیدہ توحید و رسالت کا اقرار ہے اور یہی ایمان کی اصل بنیاد ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث کو بے حد اہمیت حاصل ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کی سواری پر آپ کے پیچھے سوار تھا۔ آپ ﷺ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

يَا غُلَامُ! اَلَا اَعْلَمُكَ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُكَ اللهُ بِهِنَّ؟

”اے بچے! کیا میں تجھے وہ نفع مند باتیں نہ بتاؤں، جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ آپ کو نفع پہنچائے گا؟“

میں نے کہا: جی ہاں! ضرور فرمائیے۔ تو آپ سنہ ۱۱۱۱ھ میں فرمایا:

اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ

”تم اللہ (کے دین) کی حفاظت کرنا (اس کے احکام پر عمل کرنا اور جن کاموں سے اس نے منع کیا ہے ان سے بچنا) اس طرح اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے گا۔“

اِحْفَظِ اللّٰهَ تُجِدْهُ مُجَاهَاكَ

”تم اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز نہ کرنا، مشکلات میں اس کی مدد کو شامل حال پاؤ گے۔“

اِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ

”تم جب بھی کچھ مانگو تو صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مانگو۔“

وَإِذَا اسْتَعْنَيْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ

”اور (مشکلات و مصائب میں) جب بھی مدد طلب کرو تو صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کرنا۔“

وَأَعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَّمْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ لَكَ، وَإِنْ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَّمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ

”اور اس بات پر اچھی طرح سے یقین کر لو کہ اگر تمام لوگ مل کر تمہیں نفع پہنچانا چاہیں تو وہ تمہیں محض اتنا نفع پہنچا سکیں گے، جتنا اللہ تعالیٰ نے تمہاری قسمت میں لکھ دیا ہے اور اگر وہ سب کے سب مل کر تمہیں کوئی نقصان پہنچانا چاہیں تو وہ آپ کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے سوائے اس نقصان کے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی قسمت میں لکھ دیا ہوا ہے۔“

رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ

”(تقدیر لکھنے والے) قلم اٹھالے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔“

غور فرمائیے معلم انسانیت محمد عربیؐ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو نو عمری ہی میں کسی قدر جامع اور پراثر

انداز میں اسلامی عقیدے کی تلقین فرمائی۔ چنانچہ آپ ﷺ کا تعمیر سیرت و شخصیت کا انداز تمام مسلمانوں کے لیے بہترین نمونہ ہے۔

فکر آخرت

تزکیہ نفس اور تعمیر سیرت میں تصور آخرت کو خاص اہمیت حاصل ہے، ہر ہر قول، ہر ہر فعل اور دل سے گزرتے خیال تک کے حساب لیے جانے کا یقین انسان کو برائیوں سے باز رہنے کی ترغیب دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عقیدہ آخرت پر یقین کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعمیر سیرت اور شخصیت کے لیے بطور ذریعہ اختیار فرمایا۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

وَاللّٰهُ مَا الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مِثْلُ مَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ أَصْبَعَهُ هَذِهِ فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمَا تَرْجِعُ (مسلم: 2858)

”اللہ کی قسم آخرت کے مقابلے میں دنیا کی مثال بس اتنی ہے، جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنی انگلی دریا میں ڈال کر نکالے پھر دیکھے (انگلی کتنا پانی) لے کر لوٹتی ہے۔“

ذکر الہی

اللہ کی یاد تعمیر سیرت کا مضبوط اور توانا ذریعہ ہے۔ اللہ کو یاد کرنے والے بندوں کی کیا شان ہے؟ اس کی وضاحت میں نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

مَثَلُ الَّذِي يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِي لَا يَذْكُرُ رَبَّهُ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ

(بخاری: 6407)

اللہ کا ذکر کرنے والے اور نہ کرنے والے شخص کی مثال زندہ اور مردہ شخص کی طرح، جو آدمی اللہ کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے وہ دنیا کی زیب و زینت میں کھو جاتا ہے۔ خدا فراموشی کا لازمی نتیجہ خود فراموشی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں آتا ہے:

يَذْكُرُ اللّٰهُ عَلَى كُلِّ أَحْيَانِهِ (مسلم)

”آپ ہر وقت اللہ کی یاد میں رہتے تھے۔“

اسی بنیاد پر صحابہ کرام کی سیرتوں کی تعمیر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يُبَاهِي بِكُمْ الْمَلَائِكَةَ

”بیٹک اللہ تعالیٰ فخر کے ساتھ فرشتوں سے تم لوگوں کا ذکر کرتا ہے۔“

تعمیر سیرت و شخصیت اور جذبہ حب رسول ﷺ

نبی مکرم ﷺ کے ساتھ اپنی جان سے بڑھ کر محبت کرنا ہر مسلمان کے لیے لازمی ہے۔ صحابہ کرام کی تعمیر اخلاق و سیرت میں نبی کریم ﷺ نے اس پہلو کا خاص خیال رکھا۔ عبد اللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھاما ہوا تھا۔ اسی دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اظہار عقیدت کرتے ہوئے عرض کیا: ”اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ مجھے اپنی جان کے علاوہ (دنیا کی) ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں۔“ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ
”میں اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہاں تک کہ میں تمہیں
تمہاری جان سے بھی زیادہ محبوب ہو جاؤ۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! اب آپ ﷺ مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔“ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے عمر یہ ہے ایمان کی حقیقت۔“ (بخاری: 6632)

قص کے ذریعے تعمیر سیرت و شخصیت

عبرت کا واقعہ دلوں میں ایک تصویر بنا دیتا ہے اور فوراً اثر کرتا ہے۔ چونکہ انسانی فطرت میں قصہ کی طرف میلان پایا جاتا ہے۔ دین اسلام نے اس کا پورا خیال رکھا نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سیرت و شخصیت کی تعمیر میں قص کے بیان کو بھی بطور ذریعہ اختیار کیا ہے۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ سے فرمایا:

فَاقْصِصْ الْقِصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ○ (سورۃ الاعراف: 176)

ترجمہ: ”ان کو قصے سناؤ شاید کہ وہ غور و فکر کریں۔“

